# ایک قرآن، دو تلواریں

محمد تابعی ^o^

مرشد عام استاذ حسن البنا کو دو سالوں میں دو بار دیکھا۔ پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا جب وہ میڈیکل کے طلبہ کے ایک گروپ سے مخاطب تھے اور دوسری دفعہ جب وہ چند پڑھے لکھے نوجوانوں سے تبادلۂ خیال کر رہے تھے۔ دونوں مرتبہ سامعین نے ہنسی مذاق اور شور و شغب میں ان کی بات کو غیر مؤثر کرنا چاہا، لیکن وہ اس طرح محو گفتگو رہے کہ سننے والوں کے دل موہ لیے، بلکہ دلوں پر قبضہ جما لیا، یوں دونوں مواقع پر اپنے مخالفین پر چھا گئے۔

میں نے انھیں خاموشی سے غور و فکر کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے، اور گفتگو کرتے ہوئے بھی۔ دونوں حالتوں میں ان کے چہرے پر متانت و سنجیدگی کے گہرے نقوش عیاں اور کشادہ و روشن پیشانی پر فہم و فراست کی کرنیں جیسے پھوٹ رہی ہوں، جس کے درمیان کثرت سجود سے بن جانے والا سیاہی مائل نشان نمایاں نظر آتا ہے۔

ان کی آنکھیں مُقَطَّمْ (مصر میں ایک پہاڑ) کے چشموں کی طرح تھیں جنھیں تم کم گہرا سمجھتے ہو، مگر جب ان میں کوئی پتھر پھینکتے ہو تو وہ لڑھکتا چلا جاتا ہے۔ اس کے لڑھکنے کی آواز دیر تک آتی رہتی ہے، حتیٰ کہ آواز آنا بند ہو جاتی ہے مگر وہ پتھر لڑھکتا ہی رہتا ہے۔

---

o محمد تابعی مصر کے بڑے معروف صحافی تھے۔ یہ مکالمہ اور خاکہ انھوں نے آخرساعة (آخری گھڑی)، مارچ ۱۹۴۶ء میں شائع کیا تھا۔ یہ حسن البنا کے ادبی حسن و جمال اور لطافت و رعنائیِ خیال سے بھرپور خاکہ ہے۔ اس کی ادبی لطافتوں کو ترجمے میں منتقل کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ترجمہ: ڈاکٹر محمد اسحاق منصوری

ہمیشہ مسکراتے ہوئے' چاق وچوبند' کشادہ قدوقامت' ایسے مضبوط جیسے شاہ بلوط کا درخت۔ ان کی آواز میں گہرائی' گیرائی اور زیر وبم ہے۔ ان کی زبان میں اثر پذیری کا جادو ہے۔ جب بولتے تو اہل عقل وخرد مسحور ہوجاتے۔ عقلی دلائل اور شوکت اسلام کے تاریخی واقعات ان کی گفتگو میں ایسے برجستہ اور برمحل آتے چلے جاتے ہیں، جیسے کوئی ماہر توپچی پوری توجہ کے ساتھ دیکھ کر ٹھیک ٹھیک اپنے ہدف پر گولہ داغتا ہے۔ ان کے یہ گولے ان کے مخالفین پر بم بن کر پھٹتے ہیں۔

تمھارا کیا خیال ہے ان رنگوں اور لکیروں سے کسی قائد کی تصویر بن سکتی ہے؟

اس مرتبہ مصر کس آواز پر بیدار ہوگا؟

کس در سے صبح کی روشنی کی پو پھوٹے گی؟

مصری تاریخ کا نیا شان دار ورق کس کے خون سے لکھا جائے گا؟

وہ وقت کب آئے گا جب مصر خامیوں وکمزوریوں سے نجات حاصل کرلے گا؟

لوگ کہتے ہیں اس کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے اور اس کے بعد اخوان المسلمون کو ــــــ

سوال یہ ہے کہ اخوان المسلمون کون ہیں؟

مبصرین کے خیال میں یہ وہ لوگ ہیں' جو ہر مظاہرے کے پیچھے اور ہر ہڑتال میں سرگرم ہیں۔ یہ وہ تحریک اور طاقت ہے جو اس بیداری کی سرخیل ہے جو آج کل ملی احساس کو زندہ کررہی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں' جنھوں نے ایک ہی دن میں جلاوطنی کے ایک لاکھ بیج (badge) نہ صرف تقسیم کردیے بلکہ انھیں معزز مصریوں کے سینوں پر سجا بھی دیا۔

یہ الاخوان کون ہیں؟

'الاخوان' سے وہ تنظیم وجمعیت مراد ہے، جن کا نشانِ امتیاز یہ مربوط تلواریں ہیں جن کے درمیان قرآن ہے جس کے نیچے اعدو (تیاری کرو) لکھا ہے۔

مرشد عام: مشرع شخصیت' چمکتی آنکھیں' فیصلہ کن اور توانا آواز۔ اس کے ایک حکم پر لاکھوں انسان اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادینے کے لیے تیار ہیں اور یہی وہ اصل طاقت ہے۔ میں نے الاستاذ حسن البنا سے دوتلواروں کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا:

'یہ جہاد کی نشانیاں ہیں'

اور یہ قرآن؟
'جہاد کا دستور ہے، زندگی بھر جہاد کا'
میں نے پوچھا: دوتلواروں کے درمیان جو کلمہ لکھا ہے؟
فرمایا: یہ قرآن کی ایک آیت کریمہ کا پہلا کلمہ ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال ۸:۶۰) اور تم لوگ، جہاں تک تمھارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو، تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھو۔

ابھی ہم گفتگو مکمل نہیں کر پائے تھے کہ ان کے ۵ ہزار انصار جلاوطنی کے دن کے حادثے کے بعد ان سے ہدایات لینے پہنچ گئے۔ اب اس شخص کی نمایاں خوبی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ لوگوں کو خطاب کس طرح کیا جائے اور ان کے احساسات کو کس طرح شعلہ بار کیا جائے۔ میں سن رہا تھا جب وہ ان سے کہہ رہے تھے: سنو! اے بہترین انسانو، جنھیں اللہ نے انسانیت کی بھلائی کے لیے چن لیا ہے۔ سنو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیو' اے لشکرِ نجات' آزادی کے پیغامبرؤ اے راتوں کے تہجد گزارو اور دن کے شہسوارو۔

میں نے یہ افتتاحیہ کلمات سنے اور پھر میں نے حاضرین کو بجلی کی سی گرج دار آواز میں لبیک کہتے سنا--- ''اللہ اکبر' اللہ اکبر' کامیابی ایمان والوں ہی کے لیے ہے''۔ آدمی فوراً سمجھ جاتا ہے کہ اس شخص کو اپنے عوام کی نفسیات کو سمجھنے کی غیر معمولی صلاحیت عطا ہوئی ہے۔ وہ عوام کے جذبات کو اُبھارنا اور ان کو رخ دینا جانتے ہیں۔

جو کچھ ہوا، اس پر مرشد اپنے احساسات کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ انھیں پُرامن مظاہروں کا حکم دیتے ہیں' تاہم وہ یہ نہیں سمجھتے کہ صرف پُرامن مظاہروں سے مصر کو اس کے حقوق مل جائیں گے، لیکن ان کی یہ سوچی سمجھی راے ہے کہ فی الحال یہ خون دینے کا وقت نہیں ہے ـــــ اس لیے اپنی طاقت کو محفوظ رکھا جائے۔

حاضرین میں سے پھر بجلی کی گرج سنائی دیتی ہے: اللّٰہ اکبر' وللّٰہ الحمد۔ مرشد تھوڑی

دیر سکوت اختیار کر کے پھر فرماتے ہیں: ''اے جوانو! اب اپنے کاموں کی طرف لوٹ جاؤ' حسب معمول میری ہدایات تمھیں پہنچ جائیں گی، اے میرے پیارے اور محترم بھائیو''۔ چند لمحوں میں ۵ ہزار پُرجوش اور پرعزم نوجوان واپس لوٹ جاتے ہیں۔ استاذ حسن البنا ہمارے درمیان اپنی نشست پر اس طرح لوٹ آتے ہیں کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ چند لمحوں میں انھوں نے ۵ ہزار نوجوانوں کے جذبات کو ابھارا ہی نہیں راستہ بھی دکھایا ہے--- جو کہ رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار ہیں۔

لوٹتے ہی وہ ہم سے گفتگو شروع کر دیتے ہیں: ''میں تحدید کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ یہ دعوت کب اور کیسے پروان چڑھی۔ کچھ افکار انسان کے ساتھ ہی نشوونما پاتے رہتے ہیں۔ جب میں نے دارالعلوم سے گریجویشن کیا اس وقت یہ نمایاں تر ہوئے۔ پھر جب میں اسماعیلیہ میں قیام پذیر تھا اس وقت نشان ہائے منزل مزید واضح ہو گئے۔

میں نے پوچھا: ''اس وقت اخوان سے وابستہ کتنے حلقے ہیں''؟ انھوں نے فرمایا: ''مصر میں ۱۵۰۰ حلقے ہیں، جن سے لاکھوں اخوان وابستہ ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں ہمارے کئی حلقے ہیں جن سے ڈیڑھ لاکھ اخوانی کارکن وابستہ ہیں۔ الاخوان المناصرون (متفقین) ان کے علاوہ ہیں۔ وہ ہماری طرح یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا روحانی فلسفہ اسلام کی شان دار تعلیمات سے ماخوذ ہونا چاہیے لیکن وہ فی الحال باقاعدہ ہمارے ساتھ شریکِ عمل نہیں ہوئے''۔

میں نے کہا: ''لیکن گذشتہ چند سالوں میں آپ سیاسی سرگرمیوں میں لگ گئے ہیں''۔ انھوں نے فرمایا: آپ کی مراد قومی سرگرمیوں سے ہے۔ ہماری کوشش رہی ہے کہ مروجہ سیاسی پارٹیوں اور انجمنوں سے ہمارا میل ملاپ نہ رہے، مگر جب جنگ چھڑ گئی تو وہ خود ہم سے رابطہ کرنے کے لیے کوشاں ہوئیں۔ اس رابطے کے نتیجے میں وہ شعلہ بھڑک اٹھا جسے دیکھ کر سب نگاہیں ہماری طرف دیکھنے لگیں''۔

میں نے پوچھا: ''عنقریب انتخابات ہوئے تو کیا آپ ان میں شریک ہوں گے؟'' انھوں نے فرمایا: 'جی ہاں'۔ پوچھا: ''کیا کامیابی کی کوئی ضمانت ہے؟'' جواب دیا: ''اگر آزادانہ انتخابات ہوں' اور اگر ہم چاہیں تو واضح اکثریت حاصل کر سکتے ہیں۔ فی الواقع میں یہ نہیں چاہتا، کیونکہ ہمارا

قوم کی صفوں میں رہنا حکمرانوں کی صفوں میں شامل ہونے سے بہتر ہے۔ اس لیے فی الحال ہم چند ہی حلقوں میں انتخاب میں حصہ لیں گے''۔

میں نے پوچھا: کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کو حکومت دی گئی تو آپ اسے قبول نہیں کریں گے؟ انھوں نے فرمایا: ''میں حکومت کو قبول کرلوں گا۔ کیونکہ حکومت عیش و عشرت کا نام نہیں بلکہ یہ تو ایک گراں بار ذمہ داری ہے جو جہاد جیسی قربانی کا متقاضی ہے۔ اگر میں نے حکومت قبول کرلی تو انگریزوں سے کہوں گا کہ وہ فوراً اور مکمل طور پر مصر سے نکل جائیں--- یا--- مصریوں سے کہوں گا، اے میری قوم کے لوگو! جہاد کرو، صرف جہاد ہی سے آزادی مل سکتی ہے۔ میں نے ایک دن نقراشی پاشا سے کہا تھا کہ وہ صراحت کے ساتھ انگریزوں سے مصر سے نکل جانے کا مطالبہ کریں، کیونکہ انگریز ٹال مٹول کا ماہر ہے ایسے نہیں جائے گا۔ اس لیے وہ تلوار تھام کر میدان جہاد میں قوم کی قیادت کریں''۔

میں نے کہا: ''کیا آپ اُس سے تعاون کرتے؟'' انھوں نے فرمایا: ''میں ہر اس وزیراعظم کے پیچھے چلنے کے لیے تیار ہوں جو جہاد کی دعوت دے''۔

میں نے پوچھا: ''کیا آپ کے پاس طاقت ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''میرے پاس ۱۰ لاکھ ہیں''۔ میں نے کہا: ''اسلحہ؟'' انھوں نے فرمایا: ''ہمارا اسلحہ ایمان ہے۔ اخوان میں سے ہر ایک اس پر ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے' قربانی دیں گے اور سامراج سے آزادی چھینیں گے--- جہاد کے موقع پر تم ہمیں دیکھو گے کہ ہم گولیوں کے سامنے یہ کہتے ہوئے ڈٹ جائیں گے: اے جنت کی ہواؤں، آؤ ہماری طرف، آؤ ہماری طرف''۔

میں نے پوچھا: ''کیا آپ کی جماعت کے پاس مال و دولت ہے؟'' انھوں نے فرمایا: ''ہماری جماعت سب سے زیادہ غریب ہے اور سب سے زیادہ دولت مند بھی۔ ہمارا باقاعدہ سرمایہ تو اخوان کے چندے اور اعانتیں ہیں' البتہ فی الواقع اخوان سے وابستہ کارکنوں کی ساری دولت ہماری دولت ہے۔ جب ہم نے یہ مرکز خریدنے کا فیصلہ کیا، اس وقت اخوان کے بیت المال میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اخوان نے ایک ہی دن میں ۱۶ ہزار پاؤنڈ ادا کردیے۔ ہم نے یکم فروری کو

اعلان کیا کہ ہمیں ایک اخبار اور پریس کی ضرورت ہے جس کی لاگت تقریباً ڈھائی لاکھ پاؤنڈ ہے، کیونکہ ہم مشرق وسطیٰ میں اسی قسم کا سب سے بڑا ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اخوان نے دو ہفتوں میں ۲ لاکھ اور ۲۰ ہزار پاؤنڈ پیش کر دیے''۔

میں نے کہا: ''آپ کی کچھ چیزیں مجھے اچھی نہیں لگتی ہیں''۔ انھوں نے کہا: ''وہ کیا ہیں؟'' میں نے کہا: ''دین کی تبلیغ، کیونکہ اس سے مصری قوم کی وحدت پارہ پارہ ہوجائے گی''۔ انھوں نے (قرآن کی آیت تلاوت کرتے ہوئے) کہا: ''اللہ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔ (الممتحنة ۶۰:۸)

میں نے کہا: ''آپ اپنے اراکین سے یہ تقاضا کیوں کرتے ہیں کہ وہ زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں؟'' انھوں نے کہا: ''مناظرہ بازی اور فضول بحث سے کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوتی''۔ میں نے کہا: ''آپ ان سے یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ زیادہ ہنسی مذاق نہ کیا کریں''۔ انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ملا ہوا دل پُرسکون اور سنجیدہ ہوتا ہے اور سنجیدگی ہی جہاد کا طرۂ امتیاز ہے''۔ (انور الجندی، حسن البنا، ص ۱۱۷-۱۲۲)

٭٭٭